کامیاب ادارت کی ایک روشن مثال: مرزا ادیب

ڈاکٹر شگفتہ حسین*

Abstract:

Mirza Adeeb was a very well known short-story and drama writer. But a few people know that he was a successful editor of a literary Urdu journal named Adab-e-Latif. Adab-e-Latif started its publication in March 1935 from Lahore. Mirza Adeeb joined it in September 1935 and introduced it in literary circles. He did a wonderful job and made the journal an organ of Urdu Progressive Writers. He left it in August 1940 due to some unavoidable circumstances. In 1949 this journal was facing crisis and was in a very bad shape. Again Mirza Adeeb offered his shoulders and took the responsibility of its editorship. He remained there till July 1962. During his two times stay Mirza Adeeb introduced many new short story writers and poets who are now big names of Urdu literature. Adab-e-Latif was a trend setter journal but when he left it, it became an experimental lab for many editors to come and go. Still Adab-e-Latif is waiting for some Mirza Adeeb.

ادب کی دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ادیب کی شخصیت کا کوئی ایک پہلو اتنا اُبھر کر سامنے آجاتا ہے کہ اس کے فن اور شخصیت کی دیگر جہتیں یا تو قطعی نظر انداز کر دی جاتی ہیں یا پھر ادبی مورخ انہیں قابلِ اعتناء نہیں جانتا۔ مرزا ادیب کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ ایک زمانے میں ''صحرانورد کے خطوط'' اور ''صحرانورد کے رومان'' نے انہیں بے حد شہرت بخشی۔ اپنے ڈراموں کے حوالے سے بھی وہ خاصے مقبول رہے۔ لیکن بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ وہ ایک ایسے اردو جریدے کی مسندِ ادارت پر فائز رہے جسے یہ اعزاز حاصل ہے کہ مارچ ۱۹۳۵ سے لے کر آج تک یہ پرچہ لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ جریدہ ماہنامہ ادب لطیف ہے۔ مرزا ادیب اس پرچے سے ستمبر ۱۹۳۵ سے اگست ۱۹۴۰ء تک اور پھر مارچ ۱۹۴۹ئسے جولائی ۱۹۶۲ تک وابستہ رہے۔ ادبِ لطیف کے دیگر مدیران کے مقابلے میں ان

---

* صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی برائے خواتین، ملتان۔

کا دورِ وابستگی طویل ترین ہے۔خود کہتے ہیں۔

''جب میں ادبِ لطیف کے دفتر میں پہنچا تھا تو بال سیاہ تھے جب اٹھا تو جھکی کمر اور سفید بالوں کے ساتھ باہر آیا''۔(۱)

صباحت صبا نے اپنے ایم اے کے مقالے میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے جون ۱۹۳۵ء میں ادارت سنبھالی (۲)، جبکہ خود مرزا ادیب اپنی سوانح عمری میں لکھتے ہیں کہ ۳۵، کا سن اپنے آخری دور کی طرف رواں تھا جب ان کی کالج کی تعلیم مکمل ہوئی اور انہوں نے ادارت کی ذمہ داری اپنی تعلیم مکمل ہونے کے بعد سنبھالی (۳)۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ستمبر ۱۹۳۵ء میں ادبِ لطیف کی ادارت کی ذمہ داری اٹھائی۔ کیونکہ اگست ۱۹۳۵ء شمارہ-۶ جلد-۱ کی فہرست میں انہیں ''رکن ادارہ ادبِ لطیف'' تحریر کیا گیا اور ادارے میں خوش آمدید کہا گیا تھا اور ستمبر ۱۹۳۵ء، شمارہ-۵ جلد-۱ کے پرچے پر تحریر تھا، ''ادارہ تحریر: چوہدری برکت علی، مرزا ادیب بی۔اے''۔

ادبِ لطیف نے ہمایوں، عالم گیر اور نیرنگِ خیال جیسے شاندار ادبی پرچوں کی موجودگی میں اپنے اجراء کا آغاز کیا تھا۔ابتدائی چند ایک پرچے تو قطعی ایسے نہ تھے کہ ادبی دنیا چونک پڑتی لیکن مرزا ادیب کا دورِ ادارت شروع ہوا تو دسمبر ۱۹۳۵ء میں ادبِ لطیف کا پہلا سالنامہ منظرِ عام پر آیا جس میں افسانہ، مضمون، ڈرامہ، شاعری، ترجمہ سبھی کچھ شامل تھا۔مرزا ادیب کی کامیابی یہ بھی تھی کہ اس میں اس عہد کے معروف لکھنے والوں مثلاً مولانا ظفر علی خان، نواب فصاحت جنگ، احسن مارہروی، احسان دانش، سیماب اکبرآبادی، اختر انصاری، قاضی عبدالغفار اور حکیم احمد شجاع کی تخلیقات شائع ہوئیں۔

یہ وہ دور تھا جب ایک طرف تو ٹیگوریت نے افسانے اور شاعری کو اپنے سحر میں گرفتار کر رکھا تھا تو دوسری طرف مارکسی خیالات کا بھی چرچا ہو رہا تھا۔اس کے ساتھ ساتھ اردو ہندی کا قضیہ بھی چل رہا تھا چنانچہ مرزا ادیب نے ادب لطیف میں ان تمام رجحانات اور مسائل کو شامل کیا۔انہی کی کوششوں سے یہ پرچہ ادبی حلقوں میں بھی جانا جانے اور ادبا و شعرا کی توجہ کا مرکز بننے لگا وگرنہ یہی ادب لطیف تھا جس کے ابتدائی پرچوں کے بارے میں نیرنگ خیال میں یہ رائے دی گئی تھی کہ چونکہ تعلیمی ضروریات کا زیادہ لحاظ رکھا جاتا ہے اس لیے مدارس میں مقبول ہوگا (۴)۔مرزا ادیب نے شعوری سطح پر کوشش کی کہ وہ اس پرچے کو عالمگیر ہمایوں، ادبی دنیا اور نیرنگِ خیال کا ہم پلہ ثابت کریں۔۱۹۳۹ء کے آخر تک مرزا ادیب کو باری علیگ، صوفی تبسم، عبدالمجید سالک، اختر اور ینوی، عندلیب شادانی اور افسر صدیقی وغیرہ کا قلمی تعاون حاصل رہا اور ان کے تحقیقی و تنقیدی مضامین پرچے میں طبع ہوتے رہے۔جبکہ شاعری میں فراق، جوش، احسان دانش، احمد ندیم قاسمی، فیض، مجاز اور جذبی جیسے شعراء کا کلام ادبِ لطیف کو گرماتا رہا۔ یہاں ایک اچھی بات بھی ہوئی کہ مرزا ادیب اپنے مزاج کے اعتبار سے رومانویت سے زیادہ قریب تھے لیکن چونکہ ان کا رویہ ہمیشہ معتدل رہا لہٰذا اشتراکیت اور ترقی پسند خیالات کی جو نئی ہوا چل رہی تھی انہوں نے اسے

بھی پرچے میں نمایاں حیثیت دی۔ چوہدری برکت علی جو مالکِ جریدہ تھے اچھے کاروباری بھی تھے وہ بھی زمانے کی روش کو بھانپ رہے تھے انہوں نے بھی اعتراض نہ کیا اور آہستہ آہستہ ادبِ لطیف ترقی پسند تحریک کا ترجمان بن گیا۔ اب اس کی پیشانی پر درج ہوتا تھا کہ یہ پرچہ ترقی پسندوں کا آرگن ہے۔ چنانچہ ایسی شاعری پرچے کی زینت بننے لگی جو آزادی، غلامی سے نفرت اور بندۂ مزدور کے تلخ اوقات کی عکاس تھی۔ افسانے کی دنیا کے نامور نام جو اپنے ترقی پسند خیالات کے لیے معروف تھے مثلاً اوپندر ناتھ اشک، احمد ندیم قاسمی، راجندر سنگھ بیدی، علی عباس اور کرشن چندر وغیرہ تواتر سے شائع ہونے لگے۔ لیکن جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ مرزا ادیب معتدل مزاج کے حامل تھے سو انہوں نے قاضی عبدالغفار، صادق الخیری، شفیق الرحمٰن، مسز عبدالقادر اور حجاب امتیاز علی وغیرہ کو بھی نمایاں اہمیت دی ادب لطیف میں چھپنے والے افسانے کے بارے میں مرزا ادیب کا کہنا تھا کہ:۔

> ''افسانہ نہ صرف عاشقانہ جذبات کے رنگین طرزِ نگارش میں اظہار کا نام نہیں ہے،
> افسانہ زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کی نفسیاتی تحلیل سے عبارت ہے''**(۵)**

مرزا ادیب کے پہلے دورِ ادارت میں قاضی عبدالغفار کا افسانہ ''تین پیسے کی چھوکری'' (سالنامہ دسمبر ۱۹۳۶ء جلد-۴ شمارہ-۴)، علی عباس حسینی کا ''سماج کی بھینٹ'' (افسانہ نمبر ۱۹۳۷ء جلد-۵ شمارہ-۵) اوپندر ناتھ اشک کا ''پاپی'' (سالنامہ دسمبر ۱۹۳۶ء جلد-۴ شمارہ-۴) اور بیدی کا ''تلادان'' (افسانہ نمبر ستمبر ۱۹۳۹ء جلد-۱۰، شمارہ-۱) جیسے خوبصورت نئے رجحان کی نمائندگی کرتے افسانے طبع ہوئے۔ مرزا ادیب کا کہنا تھا کہ:۔

> ''موجودہ دور میں ہمیں ایسے ادب کی اشد ضرورت ہے جو صحت مند، توانا اور زندگی بخش ہو۔۔۔۔۔ ادب اپنے دور کا آئینہ ہوتا ہے اور موجودہ دور جانکنی کی سی کیفیت میں مبتلا ہے اس لیے موجودہ ادب کے سینے میں جہاں جہاں خوں فشاں سرخ زخم دکھائی دے رہے ہیں وہاں اس کی گہرائیوں میں بغاوت و انقلاب کے آتشیں شعلے بھڑک رہے ہیں یہی تصویر ہے ہمارے نئے ادب کی''**(۶)**

مارچ ۱۹۴۰ء (جلد-۱۱، شمارہ-۱) کے پرچے میں مرزا ادیب نے انتہائی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے باری علیگ کی کتاب ''کمپنی کی حکومت ہندوستان میں'' پر عطاء اللہ پالوی کا مضمون ''کمپنی کی حکومت ہندوستان میں۔۔ میری نظر میں'' طبع کیا اور اس مضمون میں جوش ملیح آبادی کی نظم ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں سے'' کے اقتباس بھی طبع کر دیئے۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ حکومت نے ادبِ لطیف اور پریس سے مبلغ دو ہزار کی رقم بطور ضمانت طلب کر لی۔ ضمانت جمع کرا دی گئی لیکن جون کا پرچہ شائع نہ ہوسکا انہی دنوں مرزا ادیب کے مالکان سے پرچے کے گیٹ اپ کے سلسلے میں کچھ اختلافات ہوئے اور ستمبر ۱۹۴۰ء میں انہوں نے ادارت سے استعفیٰ دے دیا۔

مرزا ادیب کی ادبِ لطیف کی ادارت کا دوسرا دور مارچ ۱۹۴۹ء سے شروع ہوتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پرچہ پچھلے چھ ماہ سے حکومتِ پاکستان نے جبراً بند کر رکھا تھا۔ پاکستان کو وجود میں آئے دو سال ہو چکے تھے اور ادب سے اسلامی

اور پاکستانی ہونے کا تقاضا کیا جارہا تھا۔ادبِ لطیف اور ترقی پسند تحریک کے درمیان بھی اختلافات کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔حالانکہ دیکھا جائے تو اس وقت ادبِ لطیف ترقی پسند ادب کا بہترین ترجمان بن چکا تھا۔مرزا حامد بیگ کا خیال ہے کہ:

''نقوش اور ادبِ لطیف کے مالکان نے خوف زدہ ہوکر اپنے پرچوں کو انجمن ترقی پسند مصنفین کی مزاحمتی تحریروں کا آرگن بنانے سے معذوری ظاہر کردی''(۷)

لیکن مرزا حامد بیگ کے خیال کے برعکس مرزا ادیب کا عزم یہ تھا کہ:۔

''ادبِ لطیف کی وہی روش ہے جو پہلے تھی یعنی ترقی پسندانہ میلانات کی نشرواشاعت، صحت منداور صالح ادب کی تبلیغ اور اس معاملے میں ہر جائز اور خوددارانہ طریقے سے حکومت کے ساتھ تعاون''(۸)

۱۹۵۰ء کی دہائی میں نظم اور غزل کے لہجے میں جو تبدیلی آرہی تھی، مرزا ادیب نے اس کے لیے اپنے پرچے کے دروا کردیئے۔نئی جہتیں، نئے انداز، نیا ملک، نئی حکومت، آزادی کا واویلا لیکن اس کے پردے میں جبر کی گھٹن نمایاں۔صبح آئی تو تھی لیکن برائے نام، ورنہ وہی رات کا اندھیرا تھا۔ادب لطیف دوسرے جرائد مثلاً نقوش اور ماہِ نو کی طرح خاموش نہیں رہا۔احتجاج کرتا رہا۔اس دور کے نظم کی دنیا کے تمام معروف ناموں کا تعاون مرزا ادیب کو حاصل رہا۔مثلاً بلراج کومل، باقی صدیقی، ن۔م۔راشد، فیض، مجید امجد، میراجی، منیر نیازی، قتیل شفائی، خاطر غزنوی، مصطفیٰ زیدی، احمد ندیم قاسمی، قیوم نظر، ظہور نظر، یوسف ظفر، احمد راہی ابن انشاء عارف عبدالمتین وغیرہ وغیرہ۔اردو ادب کے قارئین جانتے ہیں کہ یہ تمام نظم گو شعراء جدید شاعری کی مختلف جہتوں کے خالق ہیں اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ادب لطیف مرزا ادیب کی سربراہی میں اردو کا بہترین ادب پیش کررہا تھا۔نظم کے ساتھ ساتھ یہ غزل کے بھی انتہائی عروج کا دور تھا۔ادا جعفری، جگن ناتھ آزاد، ناصر کاظمی، غلام ربانی تاباں، مجاز، جذبی، فراق، سیف الدین سیف، شہزاد احمد، شاد عارفی وغیرہ کی خوبصورت تخلیقات ادب لطیف کی مقبولیت کو دوچند کررہی تھیں۔فیض احمد فیض کی تو کئی غزلیں تدوین سے پہلے مرزا ادیب نے طبع کیں۔افسانے میں وہ صرف ترقی پسند افسانہ نگاروں تک محدود نہیں رہے انہوں نے اشفاق احمد، دیویندر اسر، انتظار حسین، جیلانی بانو، وقار لطیف، بانو قدسیہ، ممتاز مفتی، خالدہ اصغر، انور سجاد، افضال ثانی جیسے غیر ترقی پسند افسانہ نگاروں کو بھی پرچے کی زینت بنایا۔تنقید، ڈرامہ، دوہا، گیت، سانیٹ، تراجم غرض ادب کی ہر صنف مرزا ادیب کی توجہ کا مرکز رہی۔ڈرامہ تو چونکہ خود ان کی اپنی پسندیدہ صنف بھی تھا اس لیے تقریباً ہر پرچے میں ڈرامہ ضرور شامل رہا اور انہوں نے ڈرامہ نمبر بھی شائع کیے۔مرزا ادیب کے بعد جب انتظار حسین ادبِ لطیف کے مدیر بنے تو ڈرامہ کا باب بند ہوگیا۔

انشائیہ کی صنف کی ابتدا بھی ادب لطیف کے صفحات ہی سے ہوتی ہے اور دور یہی مرزا ادیب کا ہے۔ان کے اداریوں میں یہ بحث موجود ہے کہ اس صنف کو کیا نام دیا جائے۔انشائے لطیف سے لطیف پارہ اور لطیف پارے سے انشائیہ تک کا سفر ادبِ لطیف ہی میں طے ہوا ہے(۹)۔تنقید میں بیشتر مرزا ادیب نے ترقی پسندانہ رجحانات کی

حوصلہ افزائی کی۔ یہ تنقید نظری بھی تھی، عملی بھی، شخصی بھی تھی اور صنفی بھی۔ لیکن ممتاز حسین، عبادت بریلوی، احتشام حسین، مجتبیٰ حسین وغیرہ جیسے ترقی پسند ناقدین کے ساتھ سید عابد علی عابد، ممتاز شیریں، حسن عسکری، مظفر علی سید جیسے ناقدین کی تنقیدی آراء کو بھی مرزا ادیب یکساں اہمیت دیتے رہے۔

ایک اچھے مدیر کی نمایاں خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے قارئین کے ذہن میں سوالات کو جنم دے اور پھر ان سوالات سے ابھرنے والی تشنگی کو سیراب بھی کرے۔ مرزا دیب نے یہ کام اپنے اداریوں اور دو سلسلوں سے لیا۔ انہوں نے اپنے دوسرے دورِ ادارت میں ''افکار و مسائل'' اور ''گرد و پیش'' کے عنوان سے چلنے والے دو سلسلوں اور اداریوں میں ملکی، ادبی، لسانی ہر طرح کے مسائل کو زیرِ بحث لا کر قارئین کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

نئے نئے سلسلے شروع کرنے کے ساتھ ساتھ مرزا ادیب نے نئے لکھنے والوں کی بھی خوب حوصلہ افزائی کی اور سچ تو یہ ہے کہ اردو ادب کے کئی معروف ادیبوں کو سب سے پہلے مرزا ادیب نے ہی ادبِ لطیف میں طبع کیا اور نہ صرف طبع کیا بلکہ اچھے لفظوں میں ان کا تعارف کرایا۔ ان کی خوبیوں کو سراہا اور ان کی کمزوریوں کی نشان دہی کی۔ پھر ان کے شاندار مستقبل کی پیشن گوئی کی جو حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔ اپنے پہلے دور میں انہوں نے باری علیگ، جیلانی بانو، اقبال متین، شکیلہ اختر، انور کمال، مجید امجد، کنہیا لال کپور، گوپال متل اور ابوسعید کو متعارف کرایا جبکہ دوسرے دور میں غلام جیلانی، وقار لطیف، حمید کاشمیری، بانو قدسیہ، صادق حسین، شام ملک، مسعود مفتی، وقار بن الٰہی، عبدالسلام، پی۔سی منظر، خالدہ حسین، نصرت یٰسین، شاہدہ زریں، افضال ثانی اور رشید امجد کو ادبی دنیا کی چکا چوند میں لے کر آئے۔ عام طور پر جریدوں کے مدیر نئے تخلیق کاروں کو طبع کرنے سے کتراتے ہیں لیکن اگر مرزا ادیب جیسی جوہری والی سوجھ بوجھ ہو تو مایوسی نہیں ہوتی۔ انہوں نے اکتوبر نومبر ۱۹۵۴ء کے ڈرامہ نمبر میں سید عابد علی عابد سے ڈرامہ لکھوایا۔ ان کا کہنا ہے کہ عابد صاحب ریڈیو پر فیچر لکھنے والوں میں سے تھے اور فیچر لکھنے اور ڈرامہ لکھنے میں بہت فرق ہے (۱۰)۔ لیکن انہوں نے یہ کام بھی کرا لیا اور کامیاب رہے۔

مرزا ادیب نے اپنے طویل دورِ ادارت میں ادبِ لطیف کو جس مقام پر پہنچا دیا اس کا اعتراف سید ضمیر جعفری نے خوبصورت انداز میں کیا اور مرزا ادیب کو لاہور کے چند اولین ادبی بجلی گھروں میں شمار کرتے ہوئے یہ بھی تسلیم کیا کہ اس جریدے کی ادبی اہمیت و انفرادیت انہی کی ادارت میں قائم ہوئی اور انہوں نے ادبِ لطیف کو ادیبوں کا میگنا کارٹا بنا دیا ہے (۱۱)۔ مرزا ادیب نے چوہدری برکت علی کی رفاقت میں بہت اچھا وقت گزارا اور اگست ۱۹۵۲ء میں ان کی وفات کے دس سال بعد تک وہ چوہدری افتخار علی کے ساتھ بھی کام کرتے رہے۔ بظاہر تو سب ٹھیک تھا لیکن درونِ خانہ حالات میں تبدیلی آ رہی تھی۔ اپنے آخری اداریے میں مرزا ادیب نے چوہدری افتخار علی کا شکریہ تو ادا کیا لیکن یہ بھی بتا دیا کہ جریدے کے مالک اپنے مدیر کی پالیسی سے غیر مطمئن تھے (۱۲)۔ اپنی آپ بیتی میں بھی ماضی کو یاد کرتے ہیں لکھتے ہیں:

''میں محسوس کرنے لگا کہ کام بقدر حوصلہ نہیں کر رہا۔ پرچے کے معیار کو بلند رکھنا میری خواہش کے تو بہت قریب ہے مگر جو ذرائع مجھے حاصل ہیں ان سے بہت دور ہے۔ دل میں ہمہ وقت ایک کشمکش سی ہونے لگی۔ آخر کار ادبِ لطیف سے الگ ہو گیا''(۱۳)۔

مرزا ادیب ادبِ لطیف سے کیا الگ ہوئے کہ پھر نئے نئے مدیروں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ پرچہ کہ ترقی پسندی جس کی پہچان تھی اب اس میں ترقی پسند ادیبوں اور ان کی تخلیقات کا داخلہ بند ہو گیا۔ یہ پرچہ مختلف مدیروں کے لیے تجربہ گاہ تھا کسی نے اسے صرف نثر کا پرچہ بنا دیا اور کسی نے اسے صرف شاعروں کی آماجگاہ بنا دیا۔ ادب لطیف آج بھی لاہور سے صدیقہ بیگم کی زیر ادارت طبع ہو رہا ہے۔ لیکن ۱۹۳۵ء سے مسلسل شائع ہونے کا اعزاز حاصل ہونے کے باوجود اسے وہ شان میسر نہیں جو مرزا ادیب، احمد ندیم قاسمی، راجندر سنگھ بیدی، فیض احمد فیض اور عارف عبدالمتین جیسے مدیروں نے اسے اپنی روز و شب کی محنت اور توجہ سے عطا کی تھی۔

حوالہ جات

۱۔ ''ادیبوں کے ادیب''، ''انٹرویو، مرزا ادیب''، پینل: خالد یزدانی، روزنامہ پاکستان، لاہور، سنڈے میگزین، ۲۴ فروری ۱۹۹۹ء، ص ۱۲۔

۲۔ صباحت صبا، ''ماہنامہ ادب لطیف، چالیس سالہ اجمالی جائزہ''، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے ایم اے ابلاغیات، مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور، مارچ ۳۵ء تا ۷۵ء، ص ۵۰۔

۳۔ مرزا ادیب، ''مٹی کا دیا'' سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۳۲۶۔

۴۔ ''مقتدر مؤقر رسائل و جرائد کی آرا کے اقتباسات''، مشمولہ، ادبِ لطیف، جلد-۲، شمارہ-۱، ستمبر ۱۹۳۵ء، ص ۲۔

۵۔ مرزا ادیب، ''نذرِ اولین'' (اداریہ) ادب لطیف، جلد-۳، شمارہ-۷، ستمبر ۱۹۳۶ء، ص ۴۔

۶۔ مرزا ادیب، ''اشارات'' (اداریہ) ادبِ لطیف، (سالنامہ) جلد-۱۰، شمارہ: ۵-۴، دسمبر جنوری ۴۰-۱۹۳۹ء، ص ۴

۷۔ مرزا حامد بیگ، ''خرد افروزی اور پاکستانی ادب''، مشمولہ فنون، لاہور، شمارہ ۴۷-۴۸، مئی اگست/ستمبر۔ دسمبر، ۱۹۹۶ء، ص ۶۴

۸۔ مرزا ادیب، ''حرف اول'' (اداریہ) ادب لطیف، جلد-۲۷، شمارہ-۶، مارچ ۴۹، ص ۷۔

۹۔ مرزا ادیب، ''پیرایۂ آغاز'' (اداریہ) ادبِ لطیف، مارچ ۱۹۵۶ء، جلد-۳۷، شمارہ-۲، ص ۳

۱۰۔ مرزا ادیب، ''پچاس برسوں میں ڈرامے کے اتار چڑھاؤ'' گفتگو، مشمولہ ادبِ لطیف، گولڈن جوبلی نمبر، جلد-۵۲، شمارہ ۱۲-۱۱، نومبر دسمبر ۱۹۸۲ء، ص ۴۴۰۔

۱۱۔ سید ضمیر جعفری ''اردو ادب کا بجلی گھر''، مشمولہ ادب لطیف، جلد-۵۶، شمارہ-۶، جون ۱۹۹۱ء، ص ۳۱۔

۱۲۔ مرزا ادیب، ''پیرایۂ آغاز'' (اداریہ) ادب لطیف، جلد-۵، شمارہ-۷، جولائی ۱۹۶۲ء، ص ۳۔

۱۳۔ مرزا ادیب، ''مٹی کا دیا''، ص ۳۷۵

❀......❀......❀